حیات انسانی میں پیش آمدہ مواقع ضرورت اور اسلام کا پیش کردہ حل

محمد شریف چوہدری ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

انسانی زندگی حادثات سے مرکب ہے بعض اوقات انسان کسی ایسی مصیبت سے دوچار ہو جاتا ہے جہاں اس کے لئے اپنی زندگی بچانا ناممکن یا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ان ایسے حالات کو مواقع ضرورت کہا جاتا ہے۔اگر انسان کسی وجہ سے ان مواقع ضرورت میں گرفتار یا مبتلا ہو جائے تو شریعت اسلامی انسان کو کئی قسم کے سہولیات بہم پہنچاتی ہے تاکہ وہ لقمہ اجل بننے سے بچ جائے۔

انسانی زندگی میں پیش آنے والے مواقع ضرورت کئی قسم کے ہیں مثلاً: اکراہ، اضطرار، فساد، حرج، خوف اور عموم البلویٰ وغیرہ۔ذیل میں ان پر کسی قدر تفصیل سے بحث کی جاتی ہے۔

اکراہ

تعریفات

اکراہ کی چند ایک تعریفات درج ذیل ہیں۔

۱. **الاکراہ بانہ فعل یفعلہ الانسان بغیرہ فیزول رضاہ أویفسد اختیارہ (۲)**

اکراہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی فعل کو اس طرح انجام دے کہ اس میں اس کی رضامندی ختم ہو جائے یا اس کا اختیار ختم ہو جائے۔

۲. **حمل الانسان علی امر لایریدہ طبعاً اوشرعاً(۴)**

انسان کسی ایسے امر پر مجبور ہو جائے جسے وہ نہ تو طبعاً چاہتا ہو اور نہ ہی شرعاً۔

۳۔ ''لغت میں اکراہ عبارت ہے کراہت کے جم جانے سے اور کراہت ایک ایسا فعل ہے جو کراہت کرنے والے میں قائم ہوتا ہے۔جبکہ شریعت میں اکراہ عبارت ہے اس چیز سے کہ کسی کو ڈرا دھمکا کر کسی فعل کے کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، خاص شرطوں کی موجودگی میں۔'' (۱)

۴۔ کسی کو ایسے کام پر آمادہ کرنا جسے وہ دل سے گوارا نہ کرتا ہو، اکراہ ہے۔ (۲)

☆ گستاخ رسول کسی رعایت کا مستحق نہیں ☆

اکراہ کے اجزاء:

اکراہ کے چار اجزاء ہیں:

(i) مُکْرِہ (اکراہ کرنے والا)

(ii) مُکْرَہ (مجبور کردہ)

(iii) مُکْرَہ علیہ (جس کام پر قولاً یا فعلاً مجبور کیا جائے)

(iv) مَکْرُوْہ (وہ وعید جس سے ڈرایا جائے) (۳)

اسلام میں اکراہ کی حالت میں ایک خاص حد تک رخصت دی گئی ہے۔ مثلاً اسلام میں شرک ظلمِ عظیم ہے۔ مگر اس میں بھی حالتِ مجبوری میں رخصت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''جو کوئی ایمان لانے کے بعد کفر کرے سوائے اس کے کہ کلمہ کفر کہنے پر اسے مجبور کر دیا گیا ہو۔ جبکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو۔ لیکن (اگر) کفر پر اس کا قلب کھل گیا ہو تو ان پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور ان کے لئے عذابِ عظیم ہے''۔ (النحل ۱۶/ ۱۰۶)

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے ارشادات گرامی ہیں:

۱. انّ اللّٰہ تجاوزلی عن امّتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ (۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے امت سے خطاء، نسیان اور اکراہ سے درگزر فرمایا۔

۲. انّ اللّٰہ وضع عن امّتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ (۵)

بے شک اللہ تعالیٰ نیمیری امت سے خطاء، نسیان اور اکراہ کو اٹھالیا ہے۔

اکراہ کی اقسام:

مختلف حوالوں سے اکراہ کی کئی ایک اقسام بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اکراہِ تام:

یہ ایسا اکراہ ہے جس میں مکرَہ کی رضامندی اور اختیار ختم ہو جاتا ہے اور جس میں طبعی طور پر لاچارگی اور اضطرار لازم آئے۔ جیسے قتل، قطع عضو اور ایسی ضرب، جس کے نتیجے میں جانے یا

کسی عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو، چاہے ضرب خفیف ہو یا شدید۔ اسے اکراہِ ملجی بھی کہتے ہیں۔(۱)

۲۔ اکراہِ ناقص:

یہ ایسا اکراہ ہے جس میں رضا ختم ہوجاتی ہے مگر اختیار ختم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں جان جانے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اسے اکراہ غیر ملجی بھی کہتے ہیں۔ ایسے اکراہ میں قید، بیڑیاں ڈالنا اور ایسی ضرب شامل ہے جس سے جان جانے کا خوف نہ ہو۔ اس اکراہ میں اضطرار وغیرہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں سوائے اس کے کہ مجبور کو ان چیزوں یعنی قید وبند اور ضرب سے واضح طور پر غم اور پریشانی لاحق ہوجائے۔(۲)

۳۔ اکراہِ عملی:

یہ وہ اکراہ ہے جس میں وعید اور تھدید عملاً واقع ہوچکی ہوں۔(۳)

۴۔ اکراہِ حسی:

یہ وہ اکراہ ہے جس میں کسی حسی فعل کا مطالبہ ہو مثلاً کھانے پینے، گالی دینے یا کلمۂ کفر کہنے کا حکم دیا جانا اور ایسا نہ کرنے پر سزا دیئے جانے کی دھمکی ہونا۔(4)

اکراہِ حسی میں اگر مکرَہ انکار کرتا رہے حتیٰ کہ قتل کردیا جائے تو آخرت میں اس کا مؤاخذہ ہوگا۔ کیونکہ اس (مکروہ) سے انکار کرکے اس نے اپنے آپ کو خود ہی ہلاکت میں ڈالا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ:۲/۱۹۵)

تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۵۔ اکراہِ معنوی:

یہ وہ اکراہ ہے جس میں وعید اور تھدید متوقع ہوں۔(1) اور یہ اس وقت ہوگا جب مجبور کرنے والا اس اذیت دینے پر قدرت رکھتا ہو، جس کی دھمکی وہ دے رہا ہے اور جس کو مجبور کیا جارہا ہے اس کا بھی غالب خیال ہو کہ اگر وہ انکار کرے گا تو مکرِہ کی طرف سے اسے (مکرَہ کو) دکھ پہنچے گا۔(۲)

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

۶۔ اکراہِ شرعی:

یہ ایسا اکراہ ہے جس میں غیر حسی فعل کا حکم دیا جائے۔ مثلاً نکاح، طلاق، غلام آزاد کرنا، قسم، نذر، ظہار، ایلاء، خرید وفروخت، ھبہ، اجارہ، حقوق سے بری کرنا، کفالہ، تسلیم، شفعہ اور ترک شفعہ کا مطالبہ کرنا وغیرہ۔ اور ایسا نہ کرنے پر سزا کی دھمکی دینا۔ (۳)

اکراہِ شرعی کی مزید وضاحت ثناء اللہ پانی پتی یوں کرتے ہیں:

''اس قسم کے تصرفات الفاظ پر مبنی ہیں اور ان میں دل کی رضامندی ضروری نہیں کیونکہ یہ جبر کی حالت میں کئے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود فقہاء کا ان کے بارے میں فیصلہ ہے کہ زبانی ایجاب وقبول سے نکاح ہوجائے گا، زبان سے لفظ کہہ دینے سے طلاق ہوجائے گی۔ صرف زبان سے آزاد کرنے پر غلام آزاد ہوجائے گا''۔ (۴)

۷۔ اباحت:

ایسے اکراہ میں مردار کھانا، خون پینا، خنزیر کا گوشت کھانا اور شراب پینا شامل ہیں ان میں اباحت، اکراہ تام کی صورت میں ہے۔ اکراہ ناقص کی صورت میں یہ چیزیں مباح نہ ہوں گی۔ (5)

ایسی اباحت کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَاحَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَااضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (الانعام: ۶/۱۱۹)

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کھول دیا ہے جو اس نے تم پر حرام قرار دیا ہے۔ سوائے اس کے کہ تم ان کے کھانے پر مجبور ہوجاؤ۔

قرآن مجید میں اس موقع پر بھوک کی شدت سے مجبوری پر اباحت کا حکم ہے۔ مگر قیاس کے ذریعے سے اس کی اباحت کا حکم اکراہ کی صورت میں بھی متحقق ہوگا۔ یہاں بھی اکراہ کی صورت میں کھا کر جان ضائع نہ کرنے کا حکم نافذ ہوگا۔ جیسے اکراہِ حسی میں اللہ تعالیٰ کا حکم بیان ہو چکا ہے۔

۸۔ رخصت

ایسے اکراہ میں کلمۂ کفر کہنا مگر دل ایمان پر مطمئن ہو۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کو زبان سے برا بھلا کہنا جبکہ دل آپ ﷺ کی تعظیم سے معمور ہو یا کسی مسلمان کو گالی دینا، شامل ہیں۔ (1)

قرآن مجید میں اس کا بیان یوں ہوا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ اِيْمَانِهِ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ'' بِالْاِيْمَانِ (النحل: ۱۶/۱۰۶)

جو کوئی ایمان لانے کے بعد کفر کرے سوائے اس کے کہ کلمۂ کفر کہنے پر اسے مجبور کیا جائے جبکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو۔

ایسے اکراہ کی مثال حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی ہے جب کافروں نے انہیں نبی ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہنے پر مجبور کیا۔ جب انہوں نے یہ خبر نبی ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے اس کی رخصت دیتے ہوئے فرمایا، ''اگر وہ دوبارہ تمہارے ساتھ ایسی حرکت کریں تو تم دوبارہ بھی یہی الفاظ لوٹا سکتے ہو''۔ (۲)

۹۔ اکراہ تخییر

اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ مکرَہ کو دو کاموں میں سے ایک کے کرنے کا اختیار دے دیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ کم تر نقصان کا مرتکب ہو۔ ذیل میں اس کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ اگر مکرَہ کو اختیار دے دیا جائے کہ یا تو وہ مردار کھالے یا مسلمان کو قتل کر دے۔ اب اگر وہ مردار تو نہ کھائے لیکن قتل کر دے تو

مجبور یا مکرَہ پر قصاص واجب ہوگا۔ وہ مردار (جو اس کے لئے مباح تھا) کو کھا کر حالت ضرورت کو دور کر سکتا تھا۔ (۳)

۲۔ اگر مکرَہ کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ یا تو کلمۂ کفر کہے یا مسلمان کو قتل کر دے اور وہ کلمۂ کفر کہنے کی بجائے قتل کر دے تو قیاس کے

مطابق مکرَہ پر قصاص واجب ہوگا کیونکہ وہ قتل نہ کرنے پر مختار تھا اور قتل کر کے اس نے مرخص پر حرام مطلق کو ترجیح دی۔ (۴)

اس بارے میں کاسانیؒ نے امام محمدؒ کی رائے بیان کی ہے کہ استحسان کی وجہ سے مجبور پر قصاص واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ مجبور کے قتل پر

آمادہ ہونے کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس کا گمان یہ تھا کہ زبان سے کلمۂ کفر

کہنے کی حرمت قتل کی حرمت سے شدید تر ہے۔لہٰذا اس سے قتل ہونے کا شبہ پیدا ہوگیا اور شبہات کی موجودگی میں قصاص واجب نہیں ہوتا۔(۱)

اکراہ کی شرائط:

اکراہ میں درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے وگرنہ فاعل مکرَہ نہ سمجھا جائے گا۔

۱۔ وعید شدید ہو یعنی اس سے زیادہ نقصان ہونے کا خدشہ ہو۔

۲۔ صاحبِ اقتدار حاکم کا حکم اس صورت میں اکراہ سمجھا جائے گا جب اس کے حکم کی خلاف ورزی پر قتل، ضربِ شدید یا طویل قید کی سزا ملنے کا خدشہ ہو۔

۳۔ وعید فعلِ ممنوعہ کی ہونی چاہئے۔

۴۔ وعید فوری ہو۔

۵۔ اکراہ کرنے والا اپنی دھمکی پوری کرنے پر قادر ہو۔

۶۔ مکرَہ کا گمان غالب ہو کہ اگر اس نے کام سرانجام نہ دیا تو وعید پوری ہو جائے گی۔(۲)

اکراہ حالتِ ضرورت ہے:

اکراہ سے مکرَہ کی مرضی ختم ہوجاتی ہے۔اگر چہ اس کا اختیار قائم رہ سکتا ہے۔تاہم اس کے اختیار کا دائرہ بھی تنگ ہوتا ہے۔یعنی یا تو وہ ارتکاب جرم کرکے کسی کو نقصان پہنچائے یا ارتکاب جرم سے انکار پر اپنا نقصان برداشت کرلے۔ہر دو حالتوں میں اسے یہ دیکھنا ہے کہ جس صورت میں کم نقصان ہو، اسے اختیار کرلے۔کیونکہ فقہاء کا قول ہے:

الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف (۳)

بڑا نقصان چھوٹے نقصان سے دور کیا جائے گا۔

اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ اگر مکرَہ کو یہ خطرہ ہو کہ عدمِ تعمیل کی صورت میں اس کی جان چلی جائے گی تو اسے دیگر جرائم مثلاً چوری، تہمت، گالی دینا اور مال ضائع کرنا وغیرہ اختیار کرنا چاہئے۔اس لئے کہ مکرَہ اپنی جان بچانے کے لئے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کرے تو یہ نقصان کم تر ہوگا اور اس کا یہ اقدام قابلِ معافی ہوگا۔(4)

اضطرار

لغوی معنیٰ:

الاضطرار، الاحتیاج الی الشئ (۱)

کسی خاص شے کی حاجت اضطرار کہلاتی ہے۔

تعریفات:

۱. احوج وألجئ، وهو افتعال من الضرورة واصله من الضرر وهو الضيق (۲)

حاجت مند ہونا اور راستہ ڈھونڈنا۔ یہ افتعال کے وزن پر ضرورت سے ہے اور اس کی اصل ضرر ہے اور یہ تنگی ہی ہے۔

۲. الاضطرار: ای احوج وألجئ الیٰ اكل شئ مما حرم الله بان لا يجد غيرها (۳)

یعنی حاجت مند ہونا اور کسی ایسی شے کے کھانے پر مجبور ہونا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور کھانے والا اس کے علاوہ کوئی شے نہ پاتا ہو۔

۳. ان الاضطرار ليس افعال المكلف (۴)

بے شک اضطرار کی حالت میں افعال کی جوابدہی نہیں ہے۔

۴. الوقوع فی الضرورة، الیٰ وقع فی ضرورة تنال شئ من هذه المحرمات (۵)

حالتِ ضرورت کا واقع ہونا یعنی جس کو ایسی ضرورت پیش آئے کہ اسے ان ☆ حرام اشیاء میں سے کسی چیز کو کھانا پڑے۔

۵۔ اضطرار، لاچاری اور بے بسی کو کہتے ہیں۔ (۱)

مشروعیت:

حالتِ اضطرار میں ممنوعات مباح ہوجاتے ہیں۔ قرآن وسنت اور علماء وفقہاء کے اقوال سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے۔

۱. اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثۡمَ عَلَیۡهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ "رَّحِیۡمٌ" (البقرۃ:۲/۱۷۳)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مردار، خون، خنزیر اور غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ البتہ جو شخص حالتِ اضطرار میں ہو جبکہ نہ تو وہ باغی ہو اور نہ حد سے بڑھے تو اس پر ان اشیاء کے استعمال میں گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔

۲. فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَةٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ "رَّحِیۡمٌ" (المائدہ:۵/۶)

جو کوئی بھوک کی شدت کی وجہ سے اضطرار میں ہو جبکہ وہ گناہ کی وجہ سے اس حرام کی طرف مائل نہ ہو تو (اس کے لئے) بے شک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم۔

۳. قُلۡ لَّآ اَجِدُ فِیۡ مَآ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُهٗ اِلَّآ اَنۡ یَّکُوۡنَ مَیۡتَةً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِیۡرٍ فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ "اَوۡ فِسۡقًا اُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوۡرٌ "رَّحِیۡمٌ" (الانعام:۶/۱۴۵)

کہہ دیجئے کہ میری طرف جو کچھ وحی کیا گیا ہے اس میں سے میں کوئی ایسی چیز حرام نہیں پاتا جسے کھانے والا کھاتا ہو، سوائے مردار یا بہتے ہوئے خون یا خنزیر کے گوشت کے جو کہ رجس ہے یا نافرمانی کرتے ہوئے، جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے، لیکن جو شخص مضطر ہو جائے جبکہ وہ نہ تو باغی ہو اور نہ حد سے بڑھے تو بے شک تیرا رب غفور اور رحیم ہے۔

۴. وَمَا لَکُمۡ اَلَّا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا ذُکِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَیۡهِ وَقَدۡ فَصَّلَ لَکُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَیۡکُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ اِلَیۡهِ (الانعام:۶/۱۱۹)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے ایسی چیز نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ جو کچھ اس نے حرام کیا ہے، وہ اس نے تم پر واضح کر دیا ہے سوائے اس کے کہ تم حالتِ اضطرار میں ہو۔

درج ذیل احادیث بھی حالتِ اضطرار کی وضاحت کرتی ہیں۔

۱۔ جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ ان کے گھر والے حرہ میں محتاج تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان کے ہاں ان کی اونٹنی مرگئی (یا اونٹ مرگیا) تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں وہ کھالینے کی رخصت عطا فرمائی۔(۱)

۲۔ ابو واقد اللیثیؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! میں ایسی جگہ ہوتا ہوں جہاں ہمیں بھوک لگتی ہے۔ لیکن ہمارے لئے مردار حلال نہیں۔ آپ ﷺ نے

فرمایا" جب تم نے ناشتہ نہ کیا ہو اور رات کو کچھ نہ کھایا پیا ہو اور نہ کوئی نباتاتی چیز ملے تو پھر تمہارا گزارا اسی مردار پر ہے"۔(۲)

فقہاء کے بعض اقوال بھی اضطرار کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ الضرر یزال (۳) ضرر دور کیا جائے گا۔

۲۔ الضرورات تبیح المحظورات (۴) ضرورتیں ممنوع اشیاء کو مباح کر دیتی ہیں۔

۳۔ الضرر یدفع بقدر الامکان (۵) ضرر کو ممکن حد تک دور کیا جائے گا۔

اضطرار کی حدود و قیود:

امام رازی مضطر کے لئے شریعت کی مہیا کردہ رخصت کے استعمال پر طویل بحث کر کے بیان کرتے ہیں کہ اسے ہر صورت اپنی جان بچانی چاہیئے (6) اس کے لئے وہ درج ذیل آیات بھی بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ:

۱. وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً (النساء:۴/۲۹)

اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تم پر بڑا رحیم ہے۔

۲. وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرة:۲/۱۹۵)

اور تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس بارے میں قرطبی بیان کرتے ہیں کہ:

۳. ولاضطرار لایخلوان یکون باکراہ من ظالم أو بجوع فی مخمصة والذی علیه الجمهور(۷)

اضطرار، ظالم کے اکراہ یا بھوک کی شدت کے بغیر نہیں ہے۔ اس پر جمہور کا اتفاق ہے۔

ابن کثیر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 173 کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مجاہد کا قول یوں بیان کرتے ہیں کہ:

> "اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اضطرار اور بے بسی کے وقت اتنا کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جس سے بے بسی اور اور اضطرار ہٹ جائے۔ یہ بھی مروی ہے کہ تین لقموں سے زیادہ نہ کھائے غرض ایسے وقت میں اللہ کی مہربانی اور نوازش سے یہ حرام شے اس کے لئے حلال ہے"۔(۱)

ابنِ کثیر حضرت مسروقؒ کا قول نقل کرتے ہوئے مزید بیان کرتے ہیں:

''اضطرار کے وقت بھی جو شخص حرام چیز نہ کھائے اور مرجائے، وہ جہنمی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے وقت میں ایسی چیز کھانا ضروری ہے''۔ (۲)

لیکن حرام چیز کے استعمال کرنے کی یہ اجازت یا رخصت ہر کسی کے لئے نہیں ہے۔ اس بارے میں ابن کثیر لکھتے ہیں:

''باغٍ اور عادٍ کی تفسیر میں حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ڈاکو، راہزن، مسلمان بادشاہ پر چڑھائی کرنے والا، سلطنتِ اسلام کا مخالف اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کفر کرنے والا، سبھی کے لئے اس اضطرار کے وقت بھی حرام چیزیں حرام ہی رہتی ہیں''۔ (۳)

عبدالحق حقانی حالتِ اضطرار میں حرام شے کے استعمال کی حدود یوں بیان کرتے ہیں:

اول: کوئی حلال چیز اس کے پاس (بسبب بے مقدوری یا بسبب نایاب ہوجانے کے، جیسا کہ بیابانوں اور ایامِ قحط اور سفر دریا میں ہوتا ہے) نہ رہے اور یہ شخص بھوک کے مارے چل پھر نہ سکے۔

دوم: کسی مرضِ شدید میں گرفتار ہوجائے اور سوائے ان ☆ چیزوں کے نہ پاوے یا طبیب متدین اس کے لئے خاص انہی چیزوں میں سے کوئی چیز بتلادے۔

سوم: کوئی ظالم ان چیزوں کے کھانے پر مجبور کرے اور کہے کہ ''اگر تو نہیں کھاتا تو میں تجھ کو مار ڈالتا ہوں یا ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالتا ہوں'' اور اس شخص کو یقین کامل ہوجائے کہ اگر وہ نہ کھائے گا تو وہ شخص ایسا کرے گا۔ (۴)

پس ان سب صورتوں میں خدا تعالیٰ اپنی مہربانی سے بندوں کو ان چیزوں کے کھانے کی اجازت دیتا ہے۔ سو ایسی صورت میں اس کے لئے مردار اور سؤر، خون اور مذبوح لغیر اللہ بلکہ شراب مباح ہے بقدر رفع ضرورت، مگر یہ شرط ہے کہ یہ شخص باغی اور عادی نہ ہو۔

حالتِ اضطرار میں دوا کے طور پر حرام شے کا استعمال:

جس شخص کی جان خطرہ میں ہو، وہ جان بچانے کے لئے بطور دوا حرام چیز کو استعمال کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ:

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

۱۔ حالت اضطراری ہو، جان جانے کا خطرہ ہو، معمولی تکلیف، بیماری کا یہ حکم نہیں ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ بجز حرام چیز کے اور کوئی چیز علاج ودوا کے لئے مؤثر نہ ہو یا موجود نہ ہو۔ جیسے شدید بھوک کی حالت میں استثناء اسی وقت ہے جبکہ کوئی دوسری حلال غذا موجود ومقدور نہ ہو۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اس حرام کے استعمال کرنے سے جان بچ جانا یقینی ہو۔ جیسے بھوک سے مضطر کے لئے ایک یا دو لقمہ حرام گوشت کا کھالینا عادۃً اس کی جان بچانے کا یقینی سامان ہے۔

اگر کوئی دوا ایسی ہے کہ اس کا استعمال تو مفید معلوم ہوتا ہے مگر اس سے شفا یقینی نہیں تو اس دوائے حرام کا استعمال آیتِ مذکورہ (البقرہ 173) کے استثنائی حکم میں داخل ہو کر جائز نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ مزید شرطیں آیت قرآنی میں منصوص ہیں کہ اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو اور قدرِ ضرورت سے زائد استعمال نہ کرے۔ (۱)

اضطرار کی شرائط:

حالتِ اضطرار میں ممنوعات کی اباحت درج ذیل شرائط کے تحت واقع ہوتی ہے۔

۱۔ حالتِ اضطرار میں کسی کو قتل کرنا جائز نہیں البتہ اگر کوئی شخص مضطر کو قتل کرنے کے لئے حملہ آور ہو تو ایسے حملہ آور کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اس کا جواز قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے ملتا ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَااعْتَدٰی عَلَیْکُمْ (البقرۃ:۲/۱۹۴)

پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔

۲۔ مردار، خون اور خنزیر کا گوشت قطعی حرام ہیں مگر حالتِ اضطرار میں ان کا کھانا قرآن کی رو سے مباح ہے۔ اگر مضطر نے ان حرام چیزوں کے استعمال سے اپنی جان نہ بچائی تو وہ گنہ گار ہوگا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ (۲)

امام جعفر صادقؒ کے نزدیک اگر حرام شے کا استعمال نہ کرے اور بھوک کی شدت سے مرجائے تو وہ کافر ہوگا۔ ان کا فرمان ہے:

فمن اضطر الی المیتة والدم ولحم الخنزیر فلم یاکل شیئًا من ذالک حتیٰ یموت فھو کافر (۳)

☆ گستاخ رسول کسی رعایت کا مستحق نہیں ☆

جو کوئی میتہ، دم اور لحم خنزیر پر کھانے پر مجبور ہو اور ان میں سے کچھ نہ کھائے اور مرجائے تو وہ کافر ہے۔

۳۔ مضطر پر بقدر ضرورت ہی حرام چیز کا استعمال مباح ہوگا۔اس سے زائد کا استعمال جائز نہ ہوگا۔اس بارے میں فقہاء کا اصول ہے:

ماابیح للضرورة یقدر بقدرھا (۱)

جو حرام شے ضرورت کی وجہ سے مباح ہوتی ہے اس کے استعمال کی حد ضرورت کے انداز ے سے متعین ہوگی۔

۴۔ مضطر کے لئے جائز نہیں کہ اپنی حالتِ ضرورت کو دور کرنے کی خاطر کسی دوسرے شخص کا نقصان کرے۔ایسا کرنے پر اس سے وہ نقصان پورا کیا جائے گا۔

الاضطرار لایبطل حق الغیر (۲)

اضطرار حق غیر کو باطل نہیں کرتا۔

اضطرار حالت ضرورت ہے:

درج بالا تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ اضطرار حالت ضرورت ہے۔بعض اوقات اچانک ایسی اضطراری حالت بھی پیش آسکتی ہے۔جس سے جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ایسی صورت میں ممنوعات مباح ہوتے ہیں۔مثلاً:

۱۔ اگر ایک شخص گلی میں جارہا ہو اور سامنے سے باؤلا کتا آرہا ہو۔اس کے پیچھے لوگ اس سے بچاؤ کے لئے پکار رہے ہوں تو اس صورت میں گلی میں چلنے والا شخص بغیر اذن حاصل لئے کسی کے گھر میں داخل ہوجائے تو اس کا یہ اقدام جائز ہوگا کیونکہ دستک دے کر اجازت ملنے کا انتظار کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

۲۔ اگر اچانک اولے پڑنا شروع ہوجائیں تو ان سے بچاؤ کے لئے کسی فوری پناہ کی ضرورت ہوتی ہے۔کیونکہ پناہ نہ لینے پر جان ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ایسی ناگہانی صورتحال میں مسافر بغیر اجازت لئے کسی کے گھر میں پناہ لینے کے لئے داخل ہوجائے، تو جائز ہے۔اسی طرح ایسے دیگر اضطراری حالات میں ناجائز چیز کا استعمال مباح اور جائز ہوجاتا ہے۔

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

فساد

معنی ومفہوم:

لغوی اعتبار سے فساد کے معنی بگاڑ کے ہیں۔فساد کی چند ایک تعریفیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱. الفساد،خروج الشیئ عن الا عتدل (۱)

کسی چیز کا اعتدال سے ہٹ جانا،فساد ہے۔

۲. الفساد،نقیض الصلاح (۲)

فساد، اصلاح کی ضد ہے۔

۳. فان الفساد ھو الکفر والعمل بالمعصیة (۳)

پس فساد (نیکی سے) انکار اور گناہ کا عمل ہے۔

۴. انّ المراد بالفساد فی الارض اظھار معصیة اللّٰہ تعالیٰ (۴)

زمین میں فساد سے یہ مراد ہے کہ وہاں (زمین پر) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے۔

۵۔ دلوں کو میلا کرنا،فتنوں ،جنگوں ،عداوت اور بغض پر ابھارنا فساد ہے۔(۵)

۶. والفساد، ضد الصلاح ،حقیقته العدول عن الاستقامة الی ضدھا(٦)

فساد،اصلاح کی ضد ہے اور اس کی حقیقت استقامت سے الٹی جانب پھرنا ہے۔

۷. الفساد،التغیر عن حالة الاعتدال والاستقامة (۱)

حالتِ اعتدال واستقامت سے تغیر کا نام فساد ہے۔

۸۔ زمین میں خدا کی نافرمانی کرنا یا نافرمانی کرنے کا حکم دینا،زمین میں فساد کرنا ہے۔(۲)

۹۔ والفساد:خروج الشیء عن الاعتدال والصلاح ضده' (۳)

فساد سے مراد کسی شے کا اعتدال سے نکل جانا ہے اور اس کی ضد اصلاح ہے۔

۱۰۔ والفساد، التغیر عن حالة الاعتدال والاستقامة، نقیضه الصلاح (۴)

حالتِ اعتدال اور استقامت میں تغیر فساد ہے اور اس کی ضد اصلاح ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

فقہاء کی درج بالا تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی، اعتدال سے ہٹ جانا اور اصلاح کی ضد، فساد ہے۔

فساد---حالتِ ضرورت:

قرآن مجید میں لفظ فساد کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد حالتِ ضرورت ہے۔مثلاً:

ا۔اصلاح کی ضد:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ (البقرۃ:۲/۱۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

۲۔کفار سے دوستی:

قرآن میں کفار سے موالات اور دوستی رکھنے کو بھی زمین میں فساد بپا ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔قولہ تعالیٰ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (الانفال:۸/۷۳)

اور جولوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔اگر تم یوں نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ پھیلے گا اور بڑی خرابی ہوگی۔

۳۔ایسا جرم جو ملکی سلامتی کے منافی ہو:

جب شاہی منادی نے برادرانِ یوسفؑ پر چوری کا الزام لگایا تو انہوں نے کہا کہ ارکان دولت خود بھی ان کے حالات سے واقف ہیں کہ وہ وہاں (مصر میں) فساد کرنے نہیں آئے۔قرآن میں ہے:

مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ (یوسف:۱۲/۷۳)

ہم یہاں اس لئے نہیں آئے کہ ملک میں فساد کریں۔

۴۔ملکی معیشت کے منافی اسراف:

ایسا اسراف جو ملکی معیشت کے منافی ہو، فساد کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے امیر اور نافرمان مسرف لوگوں سے عوام الناس کو بچنے کی تلقین فرمائی۔ قولہ تعالیٰ:

وَلَا تُطِيعُوٓا۟ أَمْرَ ٱلْمُسْرِفِينَ ٱلَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ

(الشعرا:۲۶:۱۵۱،۱۵۲)

اور مسرفوں کی باتوں کو نہ مانو۔ یہ تو ایسے لوگ ہیں جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

۵۔بستیوں کو تباہ کرنا اور معزز لوگوں کو ذلیل کرنا:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملنے پر ملکہ بلقیس نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا اور انہیں باور کرایا کہ بادشاہوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو اسے برباد کردیتے ہیں، وہ وہاں کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل ورسوا کردیتے ہیں۔ قرآن میں اسے فساد قرار دیا گیا ہے۔ قولہ تعالیٰ:

إِنَّ ٱلْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا۟ قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوٓا۟ أَعِزَّةَ أَهْلِهَآ أَذِلَّةً (النمل ۲۷/۳۴)

بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد بپا کرتے ہیں۔ اور بستی کے معزز لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی فساد کے مختلف پہلو بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً:

ا۔ارتداد، فساد ہے:

اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے اور کافروں سے جا ملے تو یہ بھی فساد کی ایک صورت ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہے:

ترجمہ: ''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ ''إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ'

"(المائدہ 33:5)(الایۃ آخر تک)، یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی تو ان میں سے جو پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرلے، تو اسے سزا نہ ہوگی اور یہ آیت مسلمانوں کے لئے نہیں۔یعنی مسلمان اگر قتل کرے یا ملک میں فساد پھیلائے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑے پھر پکڑے جانے سے پہلے ان کافروں سے جاملے تو اس پر سے یہ حد ساقط نہ ہوگی۔(اور جب مسلمانوں کے ہاتھ لگے گا تو اسے سزا ملے گی)"(1)

۲۔امام کی نافرمانی اور دوسروں کوایذارسانی فساد ہے:

حدیث میں ہے:

ترجمہ: "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جہاد دوطرح کا ہے۔ایک تو وہ شخص جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے لڑے اور امام کی اطاعت کرے اور مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا سونا اور جاگنا سب عبادت ہے اور دوسرے وہ شخص جو لوگوں کو دکھانے اور نام پیدا کرنے کے لئے لڑے اور امام کی نافرمانی کرے اور ملک میں فساد پھیلائے ☆ تو برابر بھی نہ لوٹے گا (یعنی نہ ثواب نہ عذاب) بلکہ اسے عذاب ہوگا۔"(2)

درج بالا آیات قرآنی اور احادیثِ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی علاقے میں بدامنی پھیل جائے، لوگوں کا سکون غارت ہوجائے، منظم غنڈہ گردی کے ذریعے بستیاں اجاڑ دی جائیں، علاقے کے معزز لوگوں کو دانستہ رسوا کیا جائے، لوگ اتداد کا شکار ہوجائیں اور دوسروں کو ایذا پہنچائیں تو اس قسم کا فساد حالتِ ضرورت بن جاتا ہے اور اس فساد کو ختم کرنا اسلامی ریاست کا فریضہ قرار پاتا ہے۔جیسا کہ درج ذیل مثال سے واضح ہے۔

صلح حدیبیہ (6ھ) کے بعد کفارِ مکہ کے حلیف قبیلہ بنی بکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنی خزاعہ پر شب خون مارا اور ان کے بہت سے افراد کو قتل کردیا۔بنی خزاعہ کے کچھ افراد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدد چاہی۔قرآن مجید میں اس طرح غارت کرنے والے لوگوں کو

☆ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ والدہ والناس اجمعین ☆

فسادی قرار دیا گیا ہے اوران سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔قولہ تعالیٰ:

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ (التوبۃ:۹/۱۴)

ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں سزا دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا۔

مفسدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں بھی ان کے برے اعمال کی سزا دی جائے گی۔قرآن میں ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم:۳۰/۴۱)

جن لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو جائے تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی۔تاکہ وہ (اپنی ایسی حرکتوں سے) باز آجائیں۔

حرج

تعریفات:

حرج کی چند ایک تعریفات درج ذیل ہیں۔

۱۔ الحرج مجتمع الشئ وتصور منه ضيق مابينهما (۱)

چیزوں کا اس طرح جمع ہونا کہ تنگی کا گمان پیدا ہو۔

۲۔ تنگی اور شک کو بھی حرج کہا جاتا ہے اور اس کی جمع حراج ہے۔(۲)

۳۔ طبری، آلوسی اور شاطبی نے بھی لفظ حرج کو تنگی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

من حرج: من ضيق (۳)

من حرج: ضيق من الامتثال (۴)

الحرج: الضيق (۵)

۴۔ حضرت ابن عباسؓ نے حرج کی یوں وضاحت فرمائی ہے۔

الحرج مالا مخرج له (۶)

حرج سے مراد ایسا معاملہ ہے جس سے نکلنا ممکن نہ ہو۔

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں (محدث ابوزرعہ)

رفع حرج ......ضرورت ہے:

قرآن مجید میں لفظ حرج کا استعمال کئی معنوں میں ہوا ہے۔ مثلاً

ا۔ بمعنی تنگی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۱. مَایُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ (المائدہ:۵/۶)

اللہ نہیں چاہتا کہ وہ تم پر تنگی روا رکھے۔

۲. کِتَاب'' اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَج'' مِّنْہُ (الاعراف:۷/۲)

یہ کتاب آپ ﷺ کی طرف نازل کی گئی ہے۔ چاہئے کہ تیرے دل میں تنگی نہ ہو۔

۳. لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَیْکَ حَرَج'' (الاحزاب:۳۳/۵۰)

تا کہ تجھ پر تنگی نہ رہے۔

۲۔ بمعنی گناہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۱. لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَایُنْفِقُوْنَ حَرَج'' اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (التوبۃ:۹/۹۱)

ضعیفوں، مریضوں اور ان لوگوں پر، جن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں، کچھ گناہ نہیں جبکہ وہ دل سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہوں۔

۲. زَوَّجْنٰکَھَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَج'' فِیْ اَزْوَاجِ اَدْعِیَاءِ ھِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَراً (الاحزاب:۳۳/۳۷)

ہم (مراد اللہ تعالیٰ) نے اسے ☆ آپ ﷺ کے نکاح میں دے دیا تا کہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی جوروں سے نکاح کر لینا گناہ نہ رہے۔

۳۔ بمعنی مشکل کام وتکلیف:

قولہ تعالیٰ:

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

۱. وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:۲۲/۷۸)

اور اس (اللہ) نے تم پر دین میں کچھ مشکل نہیں رکھی۔

۲. لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ" وَّلاَ عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ" وَلا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ" وَلاَ عَلَى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاكُلُوْامِنْ م بُيُوْتِكُمْ (النور:۲۴/۶۱ والفتح:۴۸/۱۷)

نہیں اندھے پر کچھ تکلیف، نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر تکلیف اورنہیں تکلیف تم لوگوں پر کہ کھاؤ اپنے گھروں سے۔

۴۔ بمعنی مضائقہ:

قولہ تعالیٰ:

مَاكَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ' (الاحزاب:۳۳/۳۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ مضائقہ نہیں اس بات میں جومقرر کردی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے۔

حدیث مبارکہ میں بھی لفظ حرج مضائقہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔

عن ابن عباسؓ انّ النّبیﷺ سئل فی حجته فقال ذبحت قبل ان ارمی فأومأبیده قال ولا حرج وقال حلقت قبل ان اذبح فأومأ بیده ولا حرج (۱)

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ سے حج میں ایک شخص نے عرض کیا،"میں نے کنکریاں مارنے سے قبل (جانور)ذبح کیا" آپﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا،"کوئی حرج (مضائقہ)نہیں" ایک اور شخص نے کہا میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈالیا۔آپﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کوئی حرج (مضائقہ) نہیں۔

حرج کی درج بالا تعریفات وتوضیحات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حرج ضرورت ہے کیونکہ مخصوص حالات وواقعات میں شریعت کے جمیع احکام میں بالعموم رعایت وسہولت موجود ہے۔یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتا بلکہ وہ انہیں سہولت سے نوازنا چاہتا ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:

☆الغرم بالغنم ☆ خسارہ نفع کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے ☆

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ:۲/۱۸۵)

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سہولت چاہتا ہے،تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ بندوں سے رفع حرج چاہتا ہے۔مگر رفع حرج کا یہ مطلب بھی نہیں کہ شریعت کا فراہم کردہ یسر معمول کے وظائف میں بھی استعمال ہوگا۔مثلاً سردی کے موسم (محض سردی سے بچنے کے لئے) بغیر وضو کے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔صرف عذر ہونے پر (جیسے بخار کی حالت میں اگر پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے کا امکان ہوتو) تیمّم کرنے کی رخصت ہے۔ (المائدہ:۵/۶)

اسی طرح صحت کی حالت میں ماہِ رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔مگر سفر میں روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے۔بلکہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

لیس من البر الصیام فی السفر (۱)

سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

خوف

راغب لکھتے ہیں:

الخوف توقع مکروہ عن امارۃ مظنونۃ أومعلومۃ (۱)

قرائن وشواہد سے کسی آنے والے خطرہ یا نقصان کا اندیشہ کرنا خوف کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں خوف اورحزن کئی مقامات پر اکٹھے استعمال ہوئے ہیں۔جیسے نیک بندوں کے بارے میں آیا ہے:

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرۃ:۲/۳۸)

ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خوف کا تعلق مستقبل کے اندیشے سے ہے جبکہ حزن گزرے ہوئے واقعہ کے غم کو کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں خوفاً اور طمعاً بھی اکٹھے استعمال ہوتے ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ اللہ کے خوف سے اس کی عبادت کریں اور اس کے ثواب کا طمع کریں۔(۲)

خافہ اس چرمی جبے کو کہتے ہیں جسے چھتے سے شہد نکالنے والا اوڑھ لیتا ہے (تاکہ وہ مکھیوں کے ڈنک سے محفوظ رہے) (۳)

خوف حالتِ ضرورت ہے:

دنیا میں انسانوں کو بعض اوقات ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن میں خوف کا عنصر پایا جاتا ہے۔شریعتِ اسلامیہ نے ایسے مواقع پر لاحق خوف کو دور کرنے کا مداوا کیا ہے۔جیسے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں آتا ہے کہ جب فرعون کے جادوگروں نے رسیوں کو متحرک کر دکھایا تو موسیٰؑ ڈر گئے ۔قرآن میں ہے:

فَأَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (طٰہٰ:۲۰/۶۷)

پھر موسیٰؑ اپنے دل میں خوف محسوس کرنے لگے۔

یہ ایک فطری اور طبعی خوف تھا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لا تخف'' (تو نہ ڈر) تو ان کا خوف جاتا رہا۔

اس قرآنی واقعہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ پیش آمدہ واقعات یا ان کے نتائج کا خوف انسانوں کو قدرتی طور پر لاحق ہوتا ہے۔یہی حالتِ ضرورت ہے۔شریعتِ اسلامیہ انسانوں کو خوف سے نکالنے کی تدبیر کرتی ہے۔یہی مشیّتِ ایزدی ہے۔

خوف کی اقسام:

خوف کی کئی اقسام ہیں۔مثلاً جان جانے کا خوف، مال ضائع ہونے کا خوف اور عزت ضائع یا کم ہونے کا خوف۔خوف کی ان اقسام کا تعلق دنیا اور اس کے معاملات سے ہے۔اس کے علاوہ متقی لوگوں کو موت کا خوف، قبر کے عذاب کا خوف اور جہنم کی آگ کا خوف بھی لاحق ہوتا ہے۔خوف کی ان جیسی اقسام کا تعلق آخرت اور اس کے معاملات سے ہے۔

نظریۂ ضرورت کے حوالے سے یہاں صرف دنیاوی معاملات کی درج ذیل اقسام کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ جان جانے کا خوف۔

۲۔ مال کے کم یا ضائع ہونے کا خوف۔ ۳۔ عزت کے کم یا ضائع ہونے کا خوف۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

۱۔ جان جانے کا خوف:

دنیا میں انسان کو سب سے زیادہ عزیز اس کی اپنی جان ہوتی ہے۔اگر کسی انسان کو جان کے ضائع ہونے کا خوف لاحق ہوجائے تو یہ صورت اس کے لئے حالتِ ضرورت ہوگی۔اسلام نے ایسی صورت میں انسانوں کی جان بچانے کا مداوا کیا ہے۔مثلاً:

1- اگر اکراہ کی صورت میں مکرَہ کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے تو اسے اس بات کی رخصت ہے کہ وہ کلمہ کفر کہہ کر اپنی جان بچالے بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر قائم رہے۔(النحل:۱۶/ ۱۰۶)

2- نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی میں جب کفار کی سختیاں مسلمانوں پر حد سے بڑھ گئیں تو مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اپنا ایمان اور اپنی جانیں بچانے کے لئے مکہ سے ہجرت کر جائیں۔اور اللہ پر توکل رکھیں تو وہ انہیں بہتر ٹھکانہ دے گا۔(النحل:۱۶:۴۱۔۴۲)

اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے والوں کو بہتر رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ (الحج:۲۲/ ۵۸،۵۹)

۳۔ اسلام نے انسانی جان کو بڑا محترم قرار دیا ہے۔اس لئے کسی کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔بلکہ ایک شخص کو ناحق قتل کرنا ایسے ہے جیسے کسی نے سارے انسانوں کو قتل کردیا ہو۔ (الحج:۲۲/ ۵۸،۵۹)

۴۔ انسان اگر بھوک سے لاچار ہوجائے تو اس کی اس حالت کو اضطراری حالت کہا گیا ہے۔ایسی صورت حال میں اسے حرام شے کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔تاکہ اس کی جان بچ جائے۔ (البقرۃ:۲/۱۷۳)

۵۔ خودکشی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔(الاسراء:۱۷/ ۳۷)

۶۔ مرض کی حالت میں عبادات میں تخفیف ورخصت مہیا کی گئی ہے۔تاکہ حتی الامکان مریض کو موت کے خوف سے بچایا جاسکے۔مثلاً:

(i) مریض روزے کی قضا کرسکتا ہے۔ (البقرۃ:۲/۱۸۴)

(ii) اگر مریض پانی کے استعمال پر قادر نہ ہوتو وہ تیمم کرسکتا ہے۔ (المائدہ:۵/۶)

☆ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ والدہ والناس اجمعین ☆

(iii) مریض اگر کھڑے ہوکر نماز ادا نہیں کرسکتا تو بیٹھ کر ادا کرے۔اگر بیٹھ کر ادا کرنے سے بھی قاصر ہے تو لیٹ کر اشارے سے نماز ادا کرلے۔(۱)

(iv) اگر تندرست آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا ہو لیکن اس دوران میں اس پر بیماری کا حملہ ہوجائے اور وہ کھڑا رہنے پر قادر نہ ہو تو اسے باقی ماندہ نماز بیٹھ کر (رکوع اور سجود کے ساتھ یا اشارے کے ساتھ) پوری کرلینی چاہئے۔اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر لیٹ کر نماز پوری کرلے۔(۲)

(v) مریض سوار ہوکر طواف کرسکتا ہے۔(۳)

اسی طرح مسافر کو عبادات میں تخفیف ورخصت دی گئی ہے تاکہ اس کے تکلیف میں مبتلا ہونے کے خوف کو ختم یا کم ازکم کیا جاسکے۔مثلاً:

(i) مسافر نماز کی قصر کرے۔ (النساء 101:4)

(ii) مسافر روزے کی قضا کرسکتا ہے۔ (البقرۃ 181:2)

۲۔مال کے کم یا ضائع ہونے کا خوف:

مال کے لئے انسان کی محبت بڑی شدید ہوتی ہے۔(العادیات: ۱۰۰/۸) اس لئے مال کے ضائع یا کم ہونے کے خوف کو دور کرنے کے لئے شریعتِ اسلامیہ نے بہت سے تدابیر کی ہیں۔مثلاً:

۱۔ زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے تاکہ غرباء کی حق رسی ہو۔(البقرۃ: ۲/۱۰)

۲۔ اسراف کی مذمت کی گئی ہے اور مسرفین کو شیطان کے بھائی قرار دیا گیا ہے۔(الاسراء: ۱۷/ ۲۶،۲۷)

۳۔ حجر☆ کا حکم دیا گیا ہے تاکہ دیگر ورثاء مال سے محروم نہ رہیں۔(النساء:۴/۵،۶)

۴۔ سود کی مذمت کی گئی ہے۔تاکہ مقروض کی جائداد محفوظ رہے۔(البقرۃ: ۲/۲۷۵،۲۷۶)

۵۔ جانبداری کی وصیت کو بدل ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ دیگر جائز وارثوں کو مالی نقصان نہ ہو۔(البقرۃ: ۲/۱۸۲)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے میت کے ورثاء کے حصے مقرر کردیئے ہیں تاکہ وہ میت کے مال سے فائدہ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

اٹھا سکیں۔(النساء:۴/۱۱،۱۲)

۷۔ جوئے اور قمار بازی سے منع فرمادیا گیا ہے۔ تا کہ مال ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ (المائدہ: ۵/۹۱)

۸۔ رشوت لینے سے منع فرمادیا گیا ہے تا کہ حق دار کی حق تلفی نہ ہو۔(البقرۃ:۲/۱۸۸)

۳۔عزت کے کم یا ضائع ہونے کا خوف:

انسان کو اپنی عزت بڑی عزیز ہوتی ہے۔شریعتِ اسلامیہ نے اس کی عزتِ نفس کی بحالی کے لئے کئی ایک اقدامات کئے ہیں تا کہ وہ عزت کے ضائع ہونے یا کم ہونے کے خوف سے بچ جائے۔ایسے ہی چند اقدامات کا بیان ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔مثلاً:

i- اسلام میں انسان کو بڑا معزز اور باوقار قرار دیا گیا ہے۔(الاسراء:۱۷/۷۰)

ii- آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔(البقرۃ:۲/۲۹)

iii- انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہترین صورت میں تخلیق فرمایا ہے۔(التین:۹۵/۴)

iv- اللہ تعالیٰ نے عزت کا معیار تقویٰ قرار دیا ہے۔(تا کہ غرباء کی عزتِ نفس بحال رہے۔) (الحجرات ۴۹:۱۳)

v- قرآن مجید میں انسانوں کے لئے دنیوی فرق ومراتب کو ایک عارضی اور غیر حقیقی شے قرار دیا گیا ہے۔(النحل:۱۶/۷۱،۷۵)

vi- غلاموں اور لونڈیوں سے حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔(النساء:۴/۳۶)

vii- غلاموں کی عزتِ نفس بحال کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤ۔انہیں ویسے ہی کپڑے پہننے کو دو جو خود پہنتے ہو۔ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو''۔(۱)

viii- احسان کو پسندیدہ روش قرار دیا گیا۔(المائدہ:۵/۱۳)

ix- معاف کردینے کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔(الشوریٰ ۴۲/۴۰)

x- بے بسوں کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(النساء:۴/۷۵)

xi- کسی فرد یا گروہ کو برے القابات کے ساتھ پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔(الحجرات:۴۹/۱۱)

☆امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

خوف کی درج بالا تین اقسام کے علاوہ عبادات ومعاملات میں بعض ایسے خوف ہیں جن کا شریعت میں علاج تجویز کیا گیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ میاں بیوی اگر خوف کھائیں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے (شریعت کے مطابق اکٹھے زندگی نہ گزار سکیں گے) تو وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ (البقرۃ:۲/۲۲۹)

پس اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ (میاں بیوی) حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی، خاوند کو کچھ مال دے دے۔

۲۔ ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں انصاف نہ کرسکنے کے خوف سے بچنے کے لئے ایک ہی بیوی کافی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً (النساء:۴/۳)

اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی کافی ہے۔

۳۔ خوف کی حالت میں نماز اشارے سے، پیدل چلنے کی صورت میں یا سواری پر بھی ادا ہوسکتی ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً اَوْ رُکْبَانًا (البقرۃ:۲/۲۳۹)

پس اگر تمہیں خوف ہو کہ پیدل یا سواری پر نماز پڑھ لو۔

۴۔ حدیث مبارکہ میں بیان ہوا کہ حضر کی حالت میں چار رکعتیں، سفر کی حالت میں دو رکعتیں اور خوف کی حالت میں ایک ہی رکعت پڑھ لی جائے تو کافی ہے۔

عن ابن عباس قال فرض اللّٰہ الصلوٰۃ علی لسان نبیکم فی الحضر اربعاً وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعۃً (۱)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے نماز فرض قرار دی ہے۔ مقیم ہو تو چار رکعتیں، سفر میں ہو تو دو رکعتیں اور خوف کی حالت میں ایک رکعت پڑھ لی جائے۔

☆ گستاخ رسول کسی رعایت کا مستحق نہیں ☆

عموم البلویٰ

مفہوم:

عموم البلویٰ کے معانی ہیں مصیبت کا عام ہونا۔فقہ اسلامی میں عموم البلویٰ سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مصیبت اس قدر عام ہوجائے کہ لوگوں کے لئے اس سے بچنا مشکل ہو جائے تو شریعت میں اس کے لئے رخصت مہیا کی گئی ہے۔

عموم البلویٰ......حالتِ ضرورت:

عبادات اور معاملات کے بہت زیادہ مسائل ایسے ہیں جو انسانی زندگی میں عموم البلویٰ کے ذیل میں آتے ہیں اور ان کے لئے دین میں رخصت عطا کی گئی ہے۔فقہاء نے اپنی کتب میں ان مسائل کی واضح طور پر نشاندہی بھی کی ہے۔مگر مقالے کی تحدید کے پیشِ نظر یہاں صرف ان مسائل کا ذکر ہوگا جن کا تعلق نماز سے ہے۔

عموم البلویٰ للصلوٰۃ:

نماز کے لئے کپڑوں کی طہارت ضروری ہے۔لباس اور بدن پر اگر نجاست لگ جائے تو اسے دور کرنا چاہئے۔مگر شریعت نے حسبِ ذیل قسم کی نجاست کے لئے رخصت دی ہے۔

۱۔ مرض یا کسی اور عذر کی بناء پر لباس پر لگی ہوئی نجاست کو اگر کوئی شخص دور کرنے سے قاصر ہو۔

۲۔ بیماری کی وجہ سے نجاست، لباس پر بار بار لگ سکتی ہے۔اور زیادہ مرتبہ مریض کے لئے لباس کا دھونا مشکل ہو۔

۳۔ کپڑے پر اس کے چوتھائی حصے یا اس سے کم پر لگی ہوئی نجاست خفیفہ (ایسی نجاست جس کا اثر کم گہرا ہو اور قرآن وسنت میں اس کی تصریح نہ ہو)۔

۴۔ کپڑے پر ایک درہم کے برابر یا اس سے کم حصے پر لگی ہوئی نجاست غلیظہ (ایسی نجاست جس کا قرآن وسنت میں حکم موجود ہو)

۵۔ نجاست کا اثر کپڑے پر رہ جائے اور یہ اثر دور نہ ہو۔

٦۔ پسوؤں کے جسم کے ذرات۔

۷۔ گوبر کے ذرات۔

۸۔ حیوانوں کی گزرگاہ کی گوبر آلود مٹی۔

۹۔ گوبر وغیرہ کے جلنے سے پیدا شدہ راکھ مثلاً تنور یا چولہے کی راکھ۔

۱۰۔ پسوؤں، کھٹملوں اور مچھروں کا خون چاہے کثیر مقدار میں ہو۔

۱۱۔ پیشاب کے باریک چھینٹے۔

۱۲۔ مسجد میں پڑی ہوئی کبوتر اور چڑیا کی بیٹ خواہ کثیر مقدار میں ہو۔

۱۳۔ حرام پرندوں کی بیٹ۔

۱۴۔ چمگادڑ کا پیشاب اور اس کی بیٹ۔

۱۵۔ لید۔

۱۶۔ نجس پانی کی بھاپ۔

۱۷۔ راستے کی کیچڑ۔

۱۸۔ بازار کا کیچڑ آلود پانی۔

۱۹۔ زخموں اور پھوڑوں کا خون و پیپ۔

۲۰۔ چھوٹی مچھلیوں کے پیٹ کی گندگی کے ذرات۔

۲۱۔ کتے کے قدم رکھنے کی جگہ۔

۲۲۔ ناپاک پانی میں گوندھی گئی مٹی۔

۲۳۔ بچنے کی کوشش کے باوجود میت کو غسل دیتے ہوئے پانی کے چھینٹے پڑ جائیں۔

۲۴۔ نجس شے کے جلنے سے پیدا شدہ دھواں۔

۲۵۔ سونے والے شخص کے منہ سے بہنے والی رال۔

۲۶۔ بچوں کے منہ کا لعاب۔

۲۷۔ حمام کی دیواروں سے ٹپکنے والے پانی کے قطرات۔

کپڑوں کی نجاست کے علاوہ چند دیگر مسائل نماز جو عموم البلوئ کے ذیل میں آتے ہیں، یہ ہیں:

۱۔ پانی نہ ملنے پر تیمم کیا جا سکتا ہے۔

☆توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

۲۔ پانی کے استعمال سے بیماری لگنے یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہوتو تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ غسل واجب ہونے کی صورت میں اگر پانی کے استعمال سے بیماری لگنے کا خطرہ ہوتو پاک مٹی سے تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ سفر کے علاوہ حضر میں بھی مشقت سے بچنے کے لئے وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ وضو کرتے وقت عمامہ اتارنا مشکل ہوتو اس پر مسح کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے(مگر جمعہ کو مؤخر کرنا مستحب نہیں)۔

۷۔ بارش میں جماعت کے ساتھ نماز اور جمعہ کی نماز ترک کرنے کی رخصت ہے۔

۸۔ حائضہ پر نماز کی قضا واجب نہیں۔

۹ بے ہوش شخص پر اسی حالت میں دن رات (24 گھنٹے) گزر جائیں تو اس عرصے میں رہ جانے والی نمازوں کی قضا واجب نہیں۔

۱۰۔ اگر مریض رکوع، سجود نہ کرسکتا ہوتو اشاروں سے نماز ادا کرسکتا ہے۔

۱۱۔ مریض اشاروں سے بھی نماز پڑھنے سے عاجز ہوتو وقتی طور پر نماز ترک کی جاسکتی ہے۔

۱۲۔ کشتی (اور بس وغیرہ) میں بیٹھ کر نماز پڑھے خواہ کھڑے ہونے کی طاقت رکھتا ہو۔

۱۳۔ صلوٰۃ خوف، پیدل چلتے ہوئے اور سواری پر بیٹھے ہوئے اشارے سے ادا کرنا جائز ہے۔چاہے رخ قبلہ کی جانب نہ ہو۔

۱۴۔ بلا عذر بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہے۔

۱۵۔ اندھے پر جمعہ کی نماز اور حج ساقط کر دیا گیا ہے۔خواہ اسے لے جانے والا شخص موجود ہو۔(۱)

عموم البلویٰ کی بنیاد:

عموم البلویٰ کی اصل یہ ہے کہ اسلام تیسیر اور سہولت کا دین ہے۔اس کا ذکر قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱. يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ:۲/۱۸۵)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سہولت چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔

۲۔ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ (الحج: ۲۲/۷۸)

اللہ تعالیٰ تم پر کچھ بھی تنگی نہیں چاہتا۔

۳۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: ۷/۱۵۷)

اور وہ (رسول ﷺ) اتارتے ہیں ان سے بوجھ ان کے اور کاٹتے ہیں وہ زنجیریں جو انہیں جکڑے ہوئے تھیں۔

فتاویٰ ملک العلماء

شائع ہو گیا

ملک العلماء شاہ محمد ظفر الدین قادری بہاری کے فتاوی کا مجموعہ فتاوی ملک العلماء کے نام سے انڈیا سے شائع ہو گیا ہے۔

پاکستان میں اس کے واحد تقسیم کار

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی : مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

فتاوی حزب الاحناف شائع ہو گیا

حضرت علامہ سید ابوالبرکات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے چند فتاوی کا مجموعہ

فتاوی حزب الاحناف

مرتبہ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالسلام نقشبندی شائع کردہ دارالعلوم سلطانیہ جہلم

ملنے کا پتہ: فرید بکسٹال اردو بازار لاہور مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ لاہور

۳۶۳ صفحات پر مشتمل یہ صرف تین ماہ اور ۲۱ دنوں کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔ قیمت ۲۰۰ روپے۔